افکار و تاثرات — پروفیسر محمد سلیمان اظہر، ایم اے

بریلوی فتنہ کا نیا روپ

جنگ آزادی کی تاریخ مسخ کرنے کی شرمناک کوشش

اس وقت ہمارے سامنے ترجمان اہل سنت کراچی کا وہ شمارہ ہے جو جولائی ۱۹۷۵ء میں منظر عام پر آیا اور جسے جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) نمبر کہا گیا ہے۔ ہم کبھی تو اس میں مندرج لغویات کو دیکھتے ہیں۔ اور کبھی تاریخی مسلمات کی جانب ہماری نظر اٹھتی ہے۔ ہم محو حیرت ہیں کہ تحقیق و آگہی کے دور میں کس قدر ڈھٹائی کے ساتھ حقائق مسخ کر کے تاریخ سازی کا مکروہ ترین کام کیا گیا ہے۔ ہماری حیرت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ایسا فرقہ اپنے آپ کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ہیرو بنا رہا ہے۔ جس کا اس وقت وجود ہی نہ تھا۔ سبھی جانتے ہیں کہ بانی فرقہ بریلویہ مولوی احمد رضا خان بریلوی اس جنگ کے بعد علمی میدان میں وارد ہوئے ہیں۔ اور ان کے مکتب فکر کی تشکیل تو بہت بعد کی بات ہے۔ یہ لوگ ایک سطے شدہ منصوبے کے مطابق پروپیگنڈے کے بل پر نہ صرف تاریخ کا دھارا موڑنا چاہتے ہیں بلکہ دنیائے سنیت کے بھی اجارہ دار بننا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بریلوی حضرات کے علاوہ ہر مسلمان دائرہ سنیت سے خارج ہے۔ پہلے ہم انہیں ان کا محل وقوع سمجھائے دیتے ہیں کہ اہل سنت کی اصطلاح اہل تشیع کے مقابلہ میں وضع ہوئی تھی۔ اہل سنت دو گروہوں میں منقسم ہوئے جنہیں اہل الحدیث اور اہل الرائے کہا گیا۔ ائمہ اربعہ کے بعد اہل الرائے مزید کئی گروہوں میں بٹ گئے جن میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ شامل ہیں۔ اور انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں احناف مزید دو گروہوں یعنی دیوبندی اور بریلوی کے ناموں سے موسوم ہوئے۔ گویا اہل سنت میں اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ شامل ہیں۔ اور بریلوی ان میں سے ایک فرقے یعنی حنفی کی ایک شاخ ہیں۔ اور آج حالت یہ ہو گئی ہے۔ کہ شاخ ہی تنا ہونے کی مدعی ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت آج کے معروف بریلوی فرقے کا وجود تک نہیں تھا۔

ہاں احناف موجود تھے، جن میں سے بعض نے مجاہدین کا ساتھ دیا۔ بعض نے غیر جانبداری اختیار کی اور بعض نے سوء اتفاق سے انگریز کی حمایت کی۔ بریلویوں کے بانی اور ان کے مجدد احمد رضا خان صاحب

بریلوی اس وقت کسی شمار قطار میں نہ تھے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اگر وہ ممتاز افراد میں ہوتے تو ان کا کیا طرز عمل ہوتا، لیکن بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یقیناً انگریز کی حمایت کرتے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام" میں واضح طور پر انگریز کے زیر حکومت ہندوستان کو دار السلام قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا ہے۔ باقی فرقہ کی اس رائے کے خلاف۔ اگر کسی بریلوی نے بعد میں کسی جدوجہد میں حصہ لیا ہے تو وہ اس کا انفرادی فعل تو ہو سکتا ہے۔ جماعت کا کارنامہ شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ان جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی حد تک بریلویوں کا دامن بالکل خالی ہے۔

اس نمبر کے مضمون نگاروں نے تاریخی مغالطے دیکر ہر خوبی اپنے دامن میں ڈالنے اور ہر خامی دوسرے مکاتیب فکر کے سر منڈھنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر اس میں صفحہ ۹۱ سے اسد نظامی صاحب کا ایک مضمون "تحریک آزادی کے سنی مشائخ" شروع ہوتا ہے جس میں خواجہ خراب شاہ، خواجہ قطب الدین دہلوی وغیرہ کی جنگ آزادی میں سرگرمیاں ذکر کی گئی ہیں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ اول الذکر کے متعلق لکھتے ہیں: "جنگ آزادی شروع ہوئی۔ تو حضرت مخدوم مولانا فضل حق خیر آبادی کے فتویٰ جہاد کے ایماء پر آپ نے بھی گوالیار اور اس کے مضافات کے علاقوں میں اپنے تمام مریدوں اور دوستوں کو جمع کر کے انگریزوں کے خلاف ایک محاذ قائم کیا۔ اور ثانی الذکر کے متعلق لکھتے ہیں: "چنانچہ آپ نے دہلی کی جامع مسجد میں حضرت مولانا فضل حق صاحب کے فتویٰ جہاد کی تائید و توثیق فرمائی۔ اور آپ نے نہ صرف اہالیان دہلی کو بلکہ تمام برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو دعوت جہاد دی۔"

ظاہر ہے کہ جن مشائخ نے حجروں اور خانقاہوں سے نکل کر جہاد کا علم بلند کیا تھا۔ وہ لائق صد تعظیم ہیں۔ لیکن اس بات کا کیا علاج کہ خود اسد نظامی صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ دونوں بزرگ محرم ۱۲۳۳ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ جو سنہ عیسوی کے حساب سے ۱۸۱۷ء ہوتا ہے۔ اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور فتوائے جہاد وغیرہ۔ ان کی وفات سے کم و بیش چالیس سال بعد کا واقعہ ہے۔ جنگ کے آغاز سے چالیس سال قبل مر جانے والے بزرگوں کو جنگ آزادی کے محرکین اور قائدین بنا دینے پر ہم اسد نظامی صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ وہ قارئین کی تفنن طبع کے لئے اپنے ایسے ہی تحقیقاتی شہ کار منظر عام پر لاتے رہیں۔

صفحہ ۱۰۴ سے سید مصطفیٰ علی بریلوی کا مضمون شروع ہوتا ہے جس کے صفحہ ۱۱۱ پر ایک

عنوان یوں ہے ۔ "مولوی عنایت علی بریلوی کی بغاوت" اور اس کے تحت معرکہ تاریخی کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ یہ مولوی عنائت علی مشہور زمانہ وہابی ہیں حضرت سید احمد شہیدؒ کے بقیۃ السیف مجاہدین کے امیر ہیں۔ مولانا ولائت علی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ پٹنہ کے مشہور صادقپوری خاندان کے فرد ہیں۔ اہل حدیث ہی نہیں بلکہ اہل حدیث گر ہیں۔ آپ نے ۱۸۴۴ء سے ۱۸۵۸ء تک انگریز کا ناک میں دم کئے رکھا۔ صوبہ سرحد میں اسلامی حکومت قائم کی۔ جس کا دارالحکومت ضلع ہزارہ میں گڑھی حبیب اللہ کے قریب دریائے کنہار کے کنارے اسلام گڑھ نامی قلعہ تھا۔ بانس بریلی سے ان کا نہ نسبی تعلق تھا اور نہ ہی عقائد کے لحاظ سے۔ لیکن مصطفیٰ علی بریلوی صاحب کی جدید تحقیق کے مطابق مجاہد دوران مولانا عنائت علی صادقپوری مولوی عنائت علی بریلوی بن گئے ہیں۔ ایسے نام نہاد محققین کے متعلق ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

اس نمبر میں علامہ فضل حق خیر آبادی سے ایک فتویٰ منسوب کر کے بجا بجا ان کی قصیدہ خوانی کی گئی ہے۔ ہمیں ان کے علم و فضل کا اعتراف ہے۔ لیکن میدانِ جنگ یا تحریک جہاد میں ان کی شمولیت کے قصے ہمارے نزدیک افسانوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بار بار یہ کہا گیا ہے کہ دہلی میں جو فرضیت جہاد کا فتویٰ جاری ہوا وہ آپ ہی نے دیا تھا۔ لیکن حقائق اس دعویٰ کا ساتھ نہیں دیتے۔ یہ فتویٰ ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء کو دہلی میں جاری ہوا۔ علامہ خیر آبادی ان دنوں مہندو راجہ الور کے ہاں ایوریس ملازم اور دہلی سے باہر تھے۔ دہلی میں ان کی آمد ۱۵ اگست کے بعد کا واقع ہے۔ اور آتے ہی انہوں نے بہادر شاہ ظفر سے حصولِ منصب کی درخواست کر دی تفصیل کیلئے "۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ" ملاحظہ فرمالیجئے۔ اس فتویٰ جہاد کی نقل اخبار "صادق الاخبار" دہلی میں شائع ہوئی۔ مکتبہ شاہراہ دہلی سے شائع ہونے والی کتاب "۱۸۵۷ اخبار اور دستاویزیں" میں یہ فتویٰ مع اسماء مفتیانِ کرام کے درج ہے۔ لیکن کسی جگہ بریلویوں کے خود ساختہ مجاہد کبیر علامہ فضل حق کے دستخط نظر نہیں آتے۔

حیرت ہے کہ نہ فتویٰ پر دستخط ہیں اور نہ اجرائے فتویٰ کے وقت موقع پر موجود ہیں۔ اس کے باوجود اجرائے فتویٰ آپ کا کارنامہ قرار دیکر جنگ آزادی کا ہیرو بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ خود کی کتاب "باغی ہندوستان" پڑھ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ شخصیت مقام استقامت پر فائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں آپ نرم و بہتر بستر چھن جانے۔ غم و آلام۔ تنگ کوٹھڑی ، اور

گوشت کی جگہ دال ملنے کا رونا روتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کے بالمقابل "کالا پانی" میں تحریک آزادی کے حقیقی مجاہدین یعنی مولانا یحییٰ علی صادقپوری۔ مولانا احمد اللہ صادقپوری ۔۔۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کا کردار ملاحظہ کریجئے کہ جائیداد ضبط ہو چکی ہے۔ خاندانی قبرستان سے بزرگوں کی ہڈیاں تک نکال باہر پھینکی گئی ہیں۔ بچوں کو عین عید کے روز گھر بدر کر دیا گیا ہے۔ دوپہر کی تمازت میں رہٹ چلانے کی مشقت پر لگا دیا گیا ہے۔ خون کے پیشاب آ رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسرور ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کسی امتحان کے قابل سمجھا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا محمد میاں کی کتاب "علماء ہند کا شاندار ماضی"۔

اس نمبر کے مضمون نگاروں کو فتویٰ جہاد پر مفتی ضیاء الدین اور مفتی صدر الدین وغیرہ کے دستخط تو نظر آ گئے ہیں۔ لیکن تیس سے زائد علماء میں سے سب پہلے تائیدی دستخط کرنے والے شیخ الکل حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کا اسم گرامی نظر نہیں آیا۔ مقام حیرت ہے کہ ان کے نزدیک وہ شخص جو عمر بھر ہندو راجوں اور انگریز سرکار کا ملازم رہا۔ اجرائے فتویٰ کے وقت دہلی سے باہر تھا۔ فتویٰ پر اس کے دستخط بھی نہیں ہیں۔ اور محض مسلمانوں کی کامیابی دیکھ کر جنگ کے آخری مراحل میں حصول منصب کیلئے دہلی چلا آیا۔ وہ تو مجاہد کبیر ہے۔ اور فتویٰ جہاد پر سب سے پہلے دستخط کرنے والا نذیر حسین ان کے نزدیک پشتینی وفادار انگریز سرکار ہے۔ اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے انگریز عورت کو پناہ دی ہے۔ کیا بریلوی مکتب فکر کا کوئی بھی عالم یہ فتویٰ دے سکتا ہے کہ جنگ میں دشمن کی عورتوں اور بچوں کا قتل جائز ہے۔ ؟ ایک اہل علم نے اگر ایک سسکتی ہوئی زخمی عورت کو پناہ دیکر بچا لیا ہے۔ تو بتائیے مجرم کون ہے ؟ اسے زخمی کرنے والا یا اسے بچانے والا۔ ؟ ایمانداری سے بتائیے کہ اگر آپ اس موقع پر ہوتے تو آپ کیا کرتے۔ ؟ کیا زخمی عورت کی مرہم پٹی کرتے یا اسے قتل کر دیتے۔ ؟ اگر میاں صاحب نے انسانیت اور اسلام کے تقاضے کے مطابق اسے پناہ دیدی تو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ وہ انگریز کے وفادار تھے۔ ؟ اگر شمس العلماء کا خطاب ملنے کے باعث انگریز کا وفادار کہا جاتا ہے تو آپ تاریخ دیکھئے کتنے اکابرین کو انگریز کی طرف سے خطاب ملے ہیں۔ دور کیوں جائیں۔ علامہ محمد اقبالؒ کو سر کا خطاب ملا۔ کیا وہ انگریز کے وفادار تھے۔ ؟ ہمارے نزدیک خطاب دلیل وفاداری نہیں ہے۔ جب کہ میاں صاحب نے نہ تو اس کے حصول کی کوشش و خواہش کی اور نہ ہی اس خطاب کو اپنے لئے وجہ عزت سمجھا اور نہ ہی اس کا اعزاز و اکرام کیا۔

بریلوی حضرات کا دامن تحریک آزادی کی خدمات کے سلسلہ میں قطعاً خالی ہے۔ اس لئے انہوں نے من گھڑت تاریخ سازی کا کام شروع کر دیا ہے۔ اور ہر اس شخص کو جو معروف معنوں میں وہابی یا اہل حدیث نہیں ہے۔ اسے اپنے حساب میں شمار کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں، کہ ہمیں "پشتینی وفاداروں" کا طعنہ دینے والے بتائیں کہ مولوی کرامت علی جونپوری کون ہیں۔؟ آپ نے عدم فرضیت جہاد پر ایک طویل لیکچر دیا جسے خان بہادر عبد اللطیف نے دوسرے سنیوں کی آراء شامل کر کے کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اور ولیم ہنٹر نے بڑے فخر سے اس کا ذکر کیا ہے۔

میر سید محبوب علی جعفری دہلوی بھی وہابی نہیں ہے۔ جنہوں نے سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت بھی کی اور ۱۸۵۷ء کی جنگ میں بھی انگریز کی بالواسطہ حمایت کی جس کے عوض انہیں انعام کی پیشکش بھی ہوئی۔ کیا یہ دائرہ سنیت سے خارج نہیں۔؟ مولانا قطب الدین دہلوی کون بزرگ ہیں۔؟ جن کا عدم فرضیت جہاد کا فتویٰ ولیم ہنٹر نے "ہمارے ہندوستانی مسلمان" میں درج کر کے اس نمبر کے مرتبین کے منہ پر چپت رسید کر دی ہے۔

ہم اس موضوع پر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں۔ اور فی الحال اسی پر اکتفا کرتے ہوئے ادارہ ترجمان اہل سنت سے درخواست کرتے ہیں کہ اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ لیکن زبان شرفاء کی ہی استعمال کرنا چاہئے۔ دوسروں کے اکابرین کے نام بگاڑنا۔ سید [illegible] کو ہی لکھنا، کسی کو پشتینی وفادار لکھنا، کسی کو بد عقیدہ کہنا، علمی، معیاری اور شریفانہ [illegible] نہیں ہے۔ ہم حقائق کی زبان میں بات کریں گے۔ اور معقول و معیاری تحریروں کا انشاء اللہ جواب بھی دیں گے۔

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

آنکھوں کے جملہ امراض کا شافی علاج

سرمہ ہم پلہ ممیرا

بفضل تعالیٰ سرمہ ہم پلہ ممیرا ۵۰ سال سے تیار ہو رہا ہے۔ جو پیدائشی اندھے پن کے علاوہ آنکھوں کی دیگر تمام امراض مثلاً دھند، جالا، غبار، سرخی، پانی بہنا اور ضعف بصارت کے لئے اکسیر ہے۔ ہزارہا لوگ شفایاب ہو چکے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۵/۰ روپیہ علاوہ خرچہ ڈاک۔

تیار کردہ: ہندی دواخانہ یونانی — قصور — لاہور

سٹاکسٹ: تعمیری دواخانہ — سٹلائٹ ٹاؤن — راولپنڈی